جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورة البقرة

(۳۷)

(گزشتہ سے پیوستہ)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

اور (میری اِس ہدایت کے بارے میں، اے پیغمبر)، جب میرے بندے تم سے کوئی سوال کریں تو (اِن سے کہہ دو کہ اِس وقت) میں اُن سے قریب ہی ہوں[۴۹۴]۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اُس کی پکار کا جواب دیتا ہوں[۴۹۵]۔ لہٰذا اُن کو چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں[۴۹۶] تاکہ وہ صحیح راہ پر رہیں۔ ۱۸۶

[۴۹۴] یعنی اس وقت جب کہ قرآن نازل ہو رہا ہے، تم ان کے درمیان موجود ہو اور تمھاری وساطت سے وہ جب چاہیں، مجھ سے ہدایت حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ ان سوالات کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے جو شریعت کی شرح وتبیین کے لیے ضروری تھے۔ اس سے مراد وہ غیر ضروری سوالات نہیں ہیں جن سے قرآن میں دوسری جگہ لوگوں کو منع کیا گیا ہے۔

[۴۹۵] یہ اگرچہ عام حالات میں بھی ایک حقیقت ہے، لیکن یہاں اس سے مراد بالخصوص وہ جواب ہے جو زمانۂ نزول قرآن میں لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے فوراً مل جاتا تھا۔ اس طرح کے متعدد سوالوں کے جوابات اس سے آگے اسی سورہ میں بیان ہوئے ہیں۔

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ، هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ ، فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ

([497] تم پوچھنا چاہتے ہو تو لو ہم بتائے دیتے ہیں کہ) روزوں کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا[498] تمھارے لیے جائز کیا گیا ہے۔[499] وہ تمھارے لیے لباس ہیں اور تم اُن کے لیے لباس ہو۔[500] اللہ نے دیکھا کہ تم اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے[501] تو اُس نے تم پر عنایت فرمائی اور تم سے درگزر کیا۔[502] چنانچہ اب (بغیر کسی تردد کے) اپنی بیویوں

---

[۴۹۶] یعنی میں جب ان کے قریب بھی ہوں اور ان کی ذہنی الجھنوں کو دور کرنے کے لیے ان کے سوالوں کا جواب بھی دے رہا ہوں تو میرے ساتھ ان کو کوئی منافقانہ رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیے اور نہ میرے کسی حکم کو شبہات و اعتراضات کا ہدف بنانا چاہیے، بلکہ پورے ایمان و یقین کے ساتھ اس کی پیروی کرنی چاہیے۔

[۴۹۷] یہ تبیین کی آیت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اوپر کی تمہید لوگوں کی اسی الجھن کے پیش نظر اٹھائی گئی تھی جسے اس آیت میں دور کیا گیا ہے۔ آگے کی آیات سے واضح ہو گا کہ اس سے حوصلہ پا کر انھوں نے پے در پے سوالات کیے اور قرآن نے بار بار سلسلۂ بیان کو روک کر ان سوالوں کا جواب دیا ہے۔ اس طرح کی آیات کو ہم نے ہر جگہ اصل مضمون سے الگ اسی طرح نمایاں کر دیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

[۴۹۸] اصل میں لفظ 'الرفث' آیا ہے۔ اس کے معنی شہوانی باتوں کے ہیں، لیکن اس کے ساتھ 'الی' کے صلے نے اس کے اندر بیویوں سے اختلاط کا مضمون پیدا کر دیا ہے۔

[۴۹۹] یعنی یہ اگرچہ پہلے ہی جائز تھا، لیکن تمھارے تردد کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں بتا دیا کہ روزوں کی رات میں تم بیویوں کے پاس جا سکتے ہو۔

[۵۰۰] مطلب یہ ہے کہ تم دونوں میں ایسا چولی دامن کا رشتہ ہے اور باہم دگر تم فطرت کے ایسے بندھن میں بندھے ہوئے ہو کہ ناگزیر ضرورت کے سوا تمھیں کسی حالت میں بھی ایک دوسرے سے الگ نہیں رکھا جا سکتا۔ میاں بیوی کے تعلق کو بیان کرنے کے لیے لباس کا یہ استعارہ، اگر غور کیجیے تو نہایت بلیغ استعارہ ہے۔ لباس کے تین پہلو ہیں: پردہ پوشی، حفاظت اور زینت۔ مرد و عورت ان تینوں ہی پہلوؤں سے ایک دوسرے کے لیے لباس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ اپنے جنسی جذبات اور داعیات کے لیے باہم دگر پردہ بھی فراہم کرتے ہیں، شیطان کے حملوں سے ایک دوسرے کی حفاظت کا ذریعہ بھی بنتے ہیں اور باہمی ربط و تعلق سے زندگی کو وہ تمام رونقیں اور بہاریں بھی عطا کر دیتے ہیں جن سے دنیا میں تہذیب و تمدن کا حسن نمایاں ہوتا ہے۔

فَالْـئٰـنَ بَـاشِـرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ
لَـكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ، ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى
الَّيْـلِ، وَلَا تُبَـاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ، تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا

کے پاس جاؤ اور (اِس کا جو نتیجہ) اللہ نے تمھارے لیے لکھ رکھا ہے، اُسے چاہو[۵۰۳]۔ اور کھاؤ پیو، یہاں تک کہ رات کی سیاہ دھاری سے فجر کی سفید دھاری تمھارے لیے بالکل نمایاں ہو جائے[۵۰۴]۔ پھر رات تک اپنا روزہ پورا کرو۔ اور (ہاں)، تم مسجد میں اعتکاف[۵۰۵] بیٹھے ہو تو (پھر رات کو بھی) اُن کے پاس نہ جانا[۵۰۶]۔ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں، سو

---

[۵۰۱] یعنی اپنے خیال کے مطابق یہ سمجھتے ہوئے کہ رمضان کی راتوں میں بیویوں کے پاس جانا جائز نہیں ہے، اس کی خلاف ورزی کر رہے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہود کے ہاں روزہ افطار کے بعد معاً پھر شروع ہو جاتا تھا اور وہ روزے کی رات میں کھانے پینے اور بیویوں کے پاس جانے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ مسلمانوں نے اس سے گمان کیا کہ ان کے لیے بھی یہی قانون ہوگا، لیکن پھر ان میں سے بعض لوگ یہ گمان اپنے دلوں میں رکھتے ہوئے اس کی خلاف ورزی کر بیٹھے۔ قرآن نے اسے اپنے ضمیر کے ساتھ خیانت سے تعبیر کیا ہے۔ یہ ایک بدیہی بات ہے۔ آدمی اگر اپنے اجتہاد یا گمان کے مطابق کسی چیز کو دین و شریعت کا تقاضا سمجھتا ہے تو اس سے قطع نظر کہ وہ فی الواقع شریعت کا حکم ہے یا نہیں، اس کی خلاف ورزی اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ اسے ضمیر کے ساتھ خیانت ہی سے تعبیر کیا جائے گا۔

[۵۰۲] یعنی اس خیانت پر گرفت ہو سکتی تھی، لیکن یہ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے تمھیں معاف فرما دیا۔

[۵۰۳] اس طرح کے معاملات میں لوگ چونکہ ہر لحاظ سے واضح ہونا چاہتے ہیں، اس لیے نہایت بلیغ اسلوب میں بتا دیا کہ اگر چاہو تو اس تعلق سے اولاد بھی پیدا کرو۔ نتیجہ اور عمل، دونوں کے لحاظ سے اب اس معاملے میں تمھیں کوئی تردد نہیں ہونا چاہیے۔

[۵۰۴] اس سے معلوم ہوا کہ کھانے پینے اور بیویوں کے پاس جانے کی یہ اجازت صبح صادق کے اچھی طرح نمایاں ہو جانے تک ہے۔ اس وجہ سے معمولی تقدیم و تاخیر پر اپنے یا دوسروں کے روزے مشتبہ قرار دے بیٹھنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

[۵۰۵] یہ ایک دینی اصطلاح ہے جس سے مراد ہر چیز سے الگ ہو کر کسی معبد میں یاد الٰہی کے لیے گوشہ نشین ہو جانا ہے۔ اس کی حیثیت ایک سنت ثابتہ کی ہے جو انبیا علیہم السلام کے دین میں ہمیشہ جاری رہی ہے۔ قرآن کے مخاطبین اس سے

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

تَقۡرَبُوۡهَا ۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ ﴿۱۸۷﴾

اِن کے قریب نہ جاؤ۔[507] اللہ اِسی طرح اپنی آیتیں لوگوں کے لیے واضح کرتا ہے تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔[508] ۱۸۷

پوری طرح واقف تھے، لہٰذا اس بات کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ اس کی تفصیل کی جائے۔ قرآن کے الفاظ سے اتنی بات، البتہ واضح ہے کہ روزوں کے مہینے سے اس عبادت کو خاص مناسبت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور آپ کے ارشادات سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

[۵۰۶] اس عبادت سے مقصود چونکہ 'تبتل الی اللّٰہ' ہے اور اس میں آدمی کو پورے دل سے اپنے پروردگار ہی کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، پھر یہ بھی ضروری ہے کہ انسانی حاجات کے لیے باہر نکلنے کے سوا وہ مسجد ہی میں قیام کرے، اس وجہ سے اس کے دوران میں بیویوں سے ملاقات کی اجازت نہیں دی گئی۔

[۵۰۷] یعنی حدود الٰہی کی خلاف ورزی سے اپنے آپ کو بچائے رکھنے کے لیے ان سے ذرا دور ہی دور رہنا چاہیے تاکہ بھولے سے بھی قدم کہیں معصیت کی حد میں نہ جا پڑے۔

[۵۰۸] یہ الفاظ قرآن میں بالعموم ان آیات کے بعد آتے ہیں جو کسی حکم کی وضاحت کے لیے نازل ہوئی ہیں۔ قرآن سے متعلق یہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی تکمیل ہے جس کا ذکر سورۂ قیامہ میں ہوا ہے کہ 'ثم ان علینا بیانہ' (پھر ہمارے ہی ذمے ہے کہ ہم اس کی وضاحت کر دیں)۔ اس طرح کی وضاحت سے مقصود یہی ہوتا ہے کہ حکم میں کوئی تردد باقی نہ رہے اور بندۂ مومن کا قدم تقویٰ میں مزید راسخ ہو جائے۔

(باقی)

''بعض لوگ اپنے دین داری کے کاموں کو بڑی اہمیت دے بیٹھتے ہیں اور اپنے زعم میں وہ اللہ اور رسول کے محسن بن جاتے ہیں۔ اس طرح کے لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ کوئی بڑی سے بڑی چیز بھی جو اپنے رب کے حضور میں کوئی پیش کرتا ہے، کیا اس کی اپنی ہوتی ہے؟ اگر اس نے اپنا سارا مال خدا کی راہ میں لٹا دیا تو یہ مال خدا ہی کا دیا ہوا تھا۔ اگر کسی کو یہ غلط فہمی ہو کہ یہ اس نے اپنی صلاحیت و قابلیت سے حاصل کیا تھا تو اسے یہ بھولنا نہ چاہیے کہ یہ قابلیت اور صلاحیت بھی کوئی اپنے گھر سے نہیں لایا، بلکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی بخشتا ہے۔ مال تو درکنار اگر کوئی شخص اپنی جان بھی، جس سے بڑی انسان کے پاس کوئی چیز نہیں ہے، اللہ کی راہ میں قربان کر دے تو اس پر بھی فخر کے بجائے اعترافِ تقصیر ہی کرنا چاہیے۔'' (تزکیۂ نفس، مولانا امین احسن اصلاحی ۲/ ۹۲)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com